”ہمارے دین کی سادگی تو ایسی شے ہے کہ جس پر دیگر اقوام نے رشک کھایا ہے اور خواہش کی ہے کہ کاش ان کے مذہب میں یہ ہوتی اور انگریزوں نے اس کی تعریف کی ہے اور اکثر اصول ان لوگوں نے عرب سے لے کر اختیار کیے ہیں مگر اب رسم پرستی کی خاطر وہ مجبور ہیں۔ ترک نہیں کر سکتے“ (حضرت مسیح موعودؑ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر ایک فعل اپنے اندر سادگی اور بے تکلّفی کا رنگ رکھتا تھا (حضرت مصلح موعودؓ)

اگر ایک طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سادگی کے کامل نمونہ تھے تو دوسری طرف سادہ زندگی میں بھی آپؐ دنیا کے لیے ایک نمونہ تھے۔ یعنی ہر معاملہ میں آپؐ ایک نمونہ تھے

اللہ اللہ! کیسی سادہ زندگی ہے کہ دو دو ماہ تک آگ ہی نہیں جلتی اور صرف کھجور اور پانی یا دودھ پر گزارہ ہوتا ہے۔ اس طریقِ عمل کو دیکھ کر مسلمانوں کو شرمانا چاہیے (حضرت مصلح موعودؓ)

یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر ایک طرف سادگی کا نمونہ تھے تو دوسری طرف رہبانیت کو بھی ناپسند فرماتے تھے اور اگر اعلیٰ سے اعلیٰ غذا آپؐ کے سامنے پیش کی جاتی تھی تو اسے بھی استعمال فرماتے تھے۔ اور یہ نہیں کہ نفس کُشی کے خیال سے اعلیٰ غذاؤں سے انکار کر دیں اور یہی کمال ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے لوگوں پر فضیلت دیتا ہے کیونکہ آپؐ کُل دنیا کے لیے آئے تھے نہ کہ صرف کسی خاص قوم یا خاص گروہ کے لیے (حضرت مصلح موعودؓ)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ دن بھی تو آئے جب آپ کو فاقے کرنے پڑے مگر کیا جب فاقہ کے دن آئے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی خدا سے یہ کہا کہ مجھے فاقے کیوں آ رہے ہیں؟ جو شخص فاقہ میں یہ نہیں کہتا کہ مجھے کیوں فاقہ آیا ہے وہ مستحق ہے

اس بات کا کہ دنیا کی ہر نعمت اس کو دی جائے کیونکہ وہ ہر حالت پر خوش ہے۔ وہ اپنے آقا سے بطور حق کے کچھ نہیں مانگتا۔ جب دینے والا کچھ دے دیتا ہے تو وہ لے لیتا ہے اور استعمال کرتا ہے اور جب نہیں دیتا تو اس کی زبان پر کوئی شکوہ نہیں آتا (حضرت مصلح موعودؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی تین دن متواتر پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا اور یہی حالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک رہی (حضرت عائشہؓ)

ہم میں سے بہت سے ایسے ہیں جو اگر اچھے کھانے کھاتے ہیں وہ اس وقت اگر غریبوں کا خیال بھی دل میں لے آیا کریں اور ان کے لیے صدقہ نکال دیا کریں اور ان کی مدد کے لیے کچھ رقم نکال دیا کریں تو ہم کئی غریبوں کے پیٹ بھر سکتے ہیں۔ یہاں ان ملکوں میں رہنے والے بہرحال ان ملکوں سے اور وہاں کے لوگوں سے بہتر حالات میں ہیں جو غریب ممالک ہیں۔ پس ہمیں ان کی مدد بھی کرنی چاہیے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کپڑوں میں جس قدر سادگی اختیار کرتے تھے اس میں سے تغیّر زمانہ کے حصہ کو اگر منہا بھی کر دیا جائے تب بھی وہ بہت بڑی سادگی ہے (حضرت مصلح موعودؓ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بہت سادہ تھی اور حقیقت یہ ہے کہ اس کے بغیر ساری دنیا کی ترقی کا سامان ہو ہی نہیں سکتا (حضرت مصلح موعودؓ)

خوراک میں جہاں سادگی کی نصیحت آپؐ نے فرمائی ہے وہاں کھانے کے آداب بھی بتا دیے ہیں کہ بھوک چھوڑ کر کھاؤ۔ اتنا نہ کھاؤ کہ سانس لینا بھی دشوار ہو جائے۔ معدے کی تکلیف والوں کو آج ڈاکٹر مشورہ دیتے ہیں اور یہی وہ مشورہ ہوتا ہے جو آج سے چودہ سو سال پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دیا ہے

سادہ زندگی کی وجہ سے لوگ اس بات کے عادی ہوں گے کہ تکالیف کو برداشت کر سکیں اور اس وجہ سے باوجود تکلیف دہ ایام کے ان کو تکلیف کا کوئی احساس نہ ہوگا۔ جیسے آج کل ہم دیکھ رہے ہیں کہ یورپ کے لوگوں کے نزدیک جو مشکلات ہیں وہ ہمارے لئے روزمرہ زندگی کا مشغلہ ہیں (حضرت مصلح موعودؓ)

تم کپڑے نہ ملنے کا افسوس نہ کرو۔صرف خدا تعالیٰ سے یہ دعا کرتے رہو کہ ہمارے ملک میں غلّہ کم نہ ہو۔ اگر غلّہ لوگوں کو میسّر آتا رہے تو اسلام جو زندگی پیش کرتا ہے اس کے لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم پر کوئی آفت نہیں آئی (حضرت مصلح موعودؓ)

لڑائیاں اس لیے ہو رہی ہیں کہ دوسروں کا مال چھینا جائے۔ دوسروں کی زمینوں پہ قبضہ کیا جائے اور جیسا کہ مَیں پہلے کئی دفعہ کہہ چکا ہوں بڑھتی ہوئی جنگ کے حالات پیدا ہوتے چلے جارہے ہیں۔ اور اگر جنگ مزید وسیع ہوتی ہے تو یورپ بھی اور تمام دنیا بھی خوراک کے لحاظ سے مشکل دَور میں سے گزرے گی

افریقہ اور بعض کم ترقی یافتہ ممالک میں بھی یہ حال ہے کہ سادہ غذا پہ لوگوں کا گزارہ ہے اور ان کو سادہ غذا بھی مل جائے تو بڑے خوش ہوتے ہیں۔ وہ لوگ تو جنگ کے یہ حالات برداشت کر لیں گے لیکن یورپ اور یہ ترقی یافتہ ممالک برداشت نہیں کر سکیں گے اور یہ حالات ان کو بہت زیادہ پریشان کر دیں گے

ہمیں بھی اپنی حالتوں کا جائزہ لیتے رہنا چاہیے اور قناعت پیدا کرنی چاہیے۔ سادہ زندگی گزارنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ اور اسوہ کو سامنے رکھنا چاہیے۔ آپؐ کی نصائح کو سامنے رکھنا چاہیے۔ اچھا کھانا میسّر آئے ضرور

کھائیں۔ اچھی چیزیں میسّر آئیں ضرور پہنیں لیکن اس کے اوپر انحصار کرنا اور شور مچا دینا کہ مر گئے، یہ غلط چیز ہے

یہ دعا بھی ہمیں کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ دنیا کو ان آفات سے بچائے۔ اور اپنی اناؤں کی وجہ سے یہ تباہی کے گڑھے میں گرنے کی کوشش کر رہی ہیں، ان سے بچیں کیونکہ اگر یہی حالات رہے تو جنگِ عظیم تو یقینی ہے اور پھر ان کی تباہی بھی یقینی ہے۔ دوسروں کے مال اور زمین پر قبضہ کرنے کی بجائے ان لوگوں کو چاہیے کہ اپنے عوام کی خدمت کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی نیکیوں پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے

قناعت اور سادگی کے حوالے سے سیرت النبی ﷺ کا ایمان افروز تذکرہ

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 30؍اکتوبر 2026ء بمطابق 30؍اخاء 1405 ہجری شمسی

بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سادہ زندگی کے بارے میں، آپؐ کے سادہ رہن سہن کے بارے میں ذکر ہو رہا تھا۔ اس بارے میں اُس خطبہ میں مَیں نے آپؐ کے کھانے پینے میں سادگی اور کھانے کے طریق کے بارے میں بھی بیان کیا تھا اور اس طرح اَور باتیں بھی۔ اسی تسلسل میں آج کچھ اَور بھی بیان کروں گا کہ آپؐ کے سادہ رہن سہن کے کیا معیار تھے۔

ایک جگہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر ایک فعل اپنے اندر سادگی اور بے تکلّفی کا رنگ رکھتا تھا۔

جو لوگ اس زمانے کے امراء اور دولت مندوں کو دیکھنے کے عادی ہیں وہ تو خیال کرتے ہوں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی انہی کی طرح عمدہ عمدہ کھانے کھایا کرتے ہوں گے اور ایک شاہانہ دسترخوان آپؐ کے آگے بچھتا ہو گا لیکن وہ یہ معلوم کر کے حیران ہوں گے کہ واقعہ بالکل خلاف تھا اور

اگر ایک طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سادگی کے کامل نمونہ تھے تو دوسری طرف سادہ زندگی میں بھی آپؐ دنیا کے لیے ایک نمونہ تھے۔یعنی ہر معاملہ میں آپؐ ایک نمونہ تھے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے، انہوں نے اپنے بھانجے حضرت عروہؓ سے فرمایا کہ اے میرے بھانجے! ہم لوگ تو دیکھا کرتے تھے یعنی ہمارے گھر میں عموماً یہ ہوتا تھا کہ ہلال کے بعد ہلال حتّٰی کہ تین ہلال دیکھ لیتے۔یعنی چاند کے مہینے شروع ہوتے۔ ایک مہینہ آتا چاند کا۔ دوسرا مہینہ آتا اور دو ماہ گزر جاتے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آگ نہ جلتی تھی۔ جیسا کہ اس کی تفصیل مَیں نے گذشتہ خطبہ میں بیان کی تھی۔سوال کرنے والے نے سوال کیا پھر آپ لوگ کیا کھاتے تھے؟ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ کھجور اور پانی کھا کر گزارہ کیا کرتے تھے۔ ہاں اتنی بات تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد انصار ہمسایہ تھے اور ان کے پاس دودھ والی بکریاں تھیں وہ آپؐ کو ان کا دودھ ہدیہ کے طور پر دیا کرتے تھے اور آپؐ دودھ ہمیں پلا دیا کرتے تھے۔

اللہ اللہ! کیسی سادہ زندگی ہے کہ دو دو ماہ تک آگ ہی نہیں جلتی اور صرف کھجور اور پانی یا دودھ پر گزارہ ہوتا ہے۔ اس طریقِ عمل کو دیکھ کر مسلمانوں کو شرمانا چاہیے۔

بعض امیر لوگ جو ہیں، مسلمانوں میں بھی ہیں وہ کیونکہ آج کل اسی اکل و شرب کی مرض میں گرفتار ہیں اور ان کی دیکھا دیکھی پھر جو کم حیثیت والے لوگ ہیں وہ بھی کوشش یہی کرتے ہیں کہ ہم کھانے پہ خرچ کریں اور کرتے ہیں۔حضرت مصلح موعودؓ نے خطبے میں فرمایا کہ اگر پوری طرح تحقیق کی جائے تو مسلمانوں کا روپیہ کھانے پینے میں ہی خرچ ہو جاتا ہے اور مقروض رہتے ہیں۔ مَیں نے دیکھا ہے آج کل بھی ایسے خطوط آتے ہیں جن سے پتہ لگتا ہے کہ خرچ کی ڈیمانڈ زیادہ ہو رہی ہوتی ہے وہ اس لیے ہو رہی ہوتی ہے

کہ ہمارے کھانے کے جو معیار ہیں وہ اچھے نہیں ہیں۔ ہمیں اچھا ملنا چاہیے حالانکہ گزارہ کرنا چاہیے جو بھی اس کی آمد ہو۔ آپؓ نے لکھا ہے اس جگہ

یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر ایک طرف سادگی کا نمونہ تھے تو دوسری طرف رہبانیت کو بھی ناپسند فرماتے تھے اور اگر اعلیٰ سے اعلیٰ غذا آپؐ کے سامنے پیش کی جاتی تھی تو اسے بھی استعمال فرماتے تھے۔ اور یہ نہیں کہ نفس کُشی کے خیال سے اعلیٰ غذاؤں سے انکار کر دیں اور یہی کمال ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے لوگوں پر فضیلت دیتا ہے کیونکہ آپؐ کُل دنیا کے لیے آئے تھے نہ کہ صرف کسی خاص قوم یا خاص گروہ کے لیے۔

اس لیے آپؐ کا ہر قسم کی خوبی میں کامل ہونا ضروری تھا اور اگر آپؐ ایک طرف سادہ زندگی میں کمال رکھتے تھے تو دوسری طرف طیب اشیاء کے استعمال سے بھی قطعاً اجتناب نہ فرماتے تھے لیکن عموماً آپؐ کا گزارہ سادہ زندگی پر ہی ہوتا تھا اور کھانا اس لیے کھاتے تھے کہ زندگی کا تعلق برقرار رہے اور کام کرنے کی طاقت پیدا ہوتی رہے۔

اسی بارے میں آپؓ مزید فرماتے ہیں کہ اب اس زندگی کو مجموعی حیثیت سے دیکھو کہ ایک انسان بادشاہ ہے۔ اسے سب کچھ نصیب ہے۔ اگر چاہے تو اچھے سے اچھے کھانے کھا سکتا ہے اور پُر تکلّف دسترخوان پر بیٹھ سکتا ہے لیکن باوجود مقتدرت کے وہ اسی بات پر کفایت کرتا ہے کہ کبھی تو کھجور اور پانی سے اپنی بھوک کو توڑ لیتا ہے اور کبھی جَو کی روٹی کھا کر گزارہ کر لیتا ہے اور کبھی گیہوں کی روٹی تو کھاتا ہے مگر وہ بے چھنے آٹے کی ہوتی ہے۔ پھر نہ اس کے سامنے کوئی بڑا دسترخوان بچھایا جاتا ہے۔ نہ سینیوں میں کھانا چُنا جاتا ہے۔ بلکہ ایک معمولی دسترخوان پر سادہ کھانا رکھ کر کھا لیتا ہے اور باوجود ایسی سادہ زندگی بسر کرنے کے دنیا کے اعلیٰ سے اعلیٰ کھانا کھانے والوں اور اپنے جسم کی پرورش کرنے والوں سے ہزار گُنا بڑھ کر کام کرتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں یہ نمونہ بھی دکھا دیا کہ ہر قسم کی اعلیٰ سے

اعلیٰ غذائیں بھی استعمال فرما لیتے تھے مگر دوسری طرف اس سادہ زندگی سے ہمارے ان امراء کے لیے ایک نمونہ بھی قائم کر دیا جن کی زندگی کا انتہائی مقصد اعلیٰ خوراک اور پوشاک ہوتی ہے۔

(ماخوذ از سیرۃ النبی ﷺ، انوار العلوم جلد 1 صفحہ 564-567)

جیسا کہ بیان ہوا ہے اچھا کھانا بھی آپؐ تناول فرمایا کرتے تھے۔ اس بارے میں ایک روایت ہے۔ جعفر بن عمرو بن امیہ نے بتلایا کہ ان کے باپ نے ان سے بیان کیا۔ روایت والے کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپؐ بکری کے شانے سے گوشت کاٹ کر کھا رہے تھے۔ اتنے میں آپؐ نماز کے لیے بلائے گئے تو آپؐ نے چھری وہیں پھینکی اور آپؐ نے نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

(صحیح البخاری، کتاب الوضوء باب مَنْ لَمْ يَتَوَضَّأْ مِنْ لَحْمِ الشَّاةِ وَالسَّوِيقِ حدیث 208 مترجم جلد 1 صفحہ 293، نظارت اشاعت)

وضو پہلے کیا ہوا تھا اس لیے ضروری نہیں تھا کہ وضو کیا جائے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ''شریعتِ اسلام نے چھری سے کاٹ کر کھانے سے تو منع نہیں کیا۔'' آجکل رواج ہے ناں چھری کانٹے سے کھانے کا۔ ''ہاں تکلّف سے ایک بات یا فعل پر زور ڈالنے سے منع کیا ہے۔'' تکلّف نہیں ہونا چاہیے، سادگی ہونی چاہیے ''اس خیال سے کہ اس قوم سے مشابہت نہ ہو جاوے'' کیونکہ بعض قومیں صرف کھاتی ہی چھری کانٹے سے ہیں ''ورنہ یہ تو ثابت ہے کہ آنحضرتؐ نے چھری سے گوشت کاٹ کر کھایا اور یہ فعل اس لئے کیا کہ تا اُمّت کو تکلیف نہ ہو۔ جائز ضرورتوں پر اس طرح کھانا جائز ہے مگر بالکل اس کا پابند ہونا اور تکلّف کرنا (اور کھانے کے دوسرے طریقوں کو حقیر جاننا) منع ہے کیونکہ پھر آہستہ آہستہ انسان کی نوبت تتبع کی یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ وہ ان کی طرح طہارت کرنا بھی چھوڑ دیتا ہے۔'' یعنی بعض قومیں ایسی ہیں کہ اگر ان کی پیروی کرنے لگ جاؤ، تو جس طرح یہ لوگ طہارت نہیں کرتے اسی طرح نقل کرنے لگ جاؤ گے حالانکہ مسلمانوں کو حکم ہے کہ طہارت کرو تو اس طرح پھر یہی وقت آئے گا کہ جو چھوٹی چھوٹی باتیں اور دوسرے احکامات ہیں جو بظاہر چھوٹے لیکن بڑے ہیں، ان کو بھی پھر انسان چھوڑ دیتا ہے۔ اس لیے تکلّف نہیں ہونا چاہیے۔ ہاں ضرورت پڑے تو کھانے میں حرج بھی کوئی نہیں۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ ''مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ۔ سے مراد یہی ہے کہ التزاماً ان باتوں کو نہ

کرے ورنہ بعض وقت ایک جائز ضرورت کے لحاظ سے کر لینا منع نہیں ہے۔'' دوسری قوموں کی جو نقل کرتے ہو تو پھر تم انہی میں سے ہو جاتے ہو۔ آپؑ نے فرمایا: ''جیسے کہ بعض دفعہ کام کی کثرت ہوتی ہے۔'' اپنے بارے میں فرمایا ''اور بیٹھے لکھتے ہوتے ہیں تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ کھانا میز پر لگا دو اور اس پر کھا لیتے ہیں اور'' پھر یہ نہیں کہ صرف میز پر ہی کھانا ہے، آپؑ نے فرمایا کہ ''صف پر بھی کھا لیتے ہیں۔ چارپائی پر بھی کھا لیتے ہیں۔ تو ایسی باتوں میں صرف گزارہ کو مدنظر رکھنا چاہیے۔

تشبیہ کے معنے اس حدیث میں یہی ہیں کہ اس لکیر کو لازم پکڑ لینا ورنہ

ہمارے دین کی سادگی تو ایسی شے ہے کہ جس پر دیگر اقوام نے رشک کھایا ہے اور خواہش کی ہے کہ کاش ان کے مذہب میں یہ ہوتی اور انگریزوں نے اس کی تعریف کی ہے اور اکثر اصول ان لوگوں نے عرب سے لے کر اختیار کیے ہیں مگر اب رسم پرستی کی خاطر وہ مجبور ہیں۔ ترک نہیں کر سکتے۔''

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 49، ایڈیشن 2022ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک شادی اور دعوت ولیمہ

کا روایت میں یوں ذکر ملتا ہے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہؓ کو آزاد کر دیا اور پھر ان سے شادی کی۔ اس پر حضرت ثابتؓ نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ ابو حمزہ! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کیا مہر دیا تھا؟ تو انہوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو آزاد کر دیا تھا۔ غلام کو آزاد کر دیا یہی مہر تھا اور اس سے شادی کر لی۔ آخر جب آپؐ ابھی راستے میں ہی تھے تو حضرت اُمِّ سُلَیمؓ نے حضرت صفیہؓ کو آپؐ کی خاطر آراستہ کیا اور رات کو آپؐ کے پاس انہیں بھیج دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو دولہا تھے اور آپؐ نے فرمایا: جس کے پاس کوئی چیز ہو وہ اسے لے آئے اور آپؐ نے چمڑے کا دسترخوان بچھا دیا تو کوئی شخص تو کھجوریں لانے لگا اور کوئی گھی۔ راوی نے کہا میرا خیال ہے کہ انہوں نے ستّو کا بھی ذکر کیا تھا۔ بہرحال کہتے ہیں کہ پھر انہوں نے ان سب کو آپس میں ملا کر گوندھ دیا اور پھر سارے جو مہمان تھے وہاں بیٹھے، انہوں نے کھایا اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوت ولیمہ تھا۔

(صحیح البخاری کتاب الصلوۃ باب ما یذکر فی الفخذ حدیث 371 مترجم جلد 1 صفحہ 475 تا 477 شائع کردہ نظارت اشاعت)

جیسا کہ گذشتہ خطبہ میں بھی ذکر ہو چکا ہے،

آپؐ چھوٹے سے چھوٹا تحفہ بھی قبول فرمالیا کرتے تھے۔

اس بارے میں ایک اَور روایت ہے۔حضرت ابوہریرہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر مجھے بکری کی ایک دستی یا پایہ کھانے کی دعوت دی جائے تو مَیں اس دعوت کو ضرور قبول کروں۔ اور اگر بکری کی دستی یا پایہ مجھے بطور ہدیہ بھیجا جائے تو مَیں اس کو ضرور لے لوں۔یعنی چھوٹے سے چھوٹا تحفہ بھی اگر خلوص سے بھیجا ہوا ہے تو ضرور لوں گا۔

(صحیح البخاری کتاب الھبہ باب القلیل من الھبہ روایت 2568 مترجم جلد 4 صفحہ 615 شائع کردہ نظارت اشاعت)

حضرت زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ تحریر کرتے ہیں۔ یہ بخاری کی حدیث ہے۔ اس کی شرح میں آپؓ لکھ رہے ہیں کہ ’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ معمولی سی دعوت طعام یا ادنیٰ ساہدیہ بھی میں ردّ نہ کروں گا۔طبرانی نے روایت نقل کی ہے کہ حضرت اُمّ حکیم الخُزَاعِیہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا آپؐ ہدیہ ناپسند فرماتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا...ہدیہ کا ردّ کرنا بہت ہی مکروہ بات ہے۔ اگر مجھے پائے یا کُھر کی دعوت دی جائے تو مَیں وہ بھی قبول کرلوں۔قرآن مجید نے ردّی شئے بطور ہدیہ قبول کرنا عمدہ اخلاق میں سے شمار فرمایا ہے۔‘‘اچھے اخلاق یہی ہیں کہ اگر معمولی چیز بھی ہدیہ کے طور پر دی جائے تو قبول کرو۔’’معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ام حکیم خُزَاعیہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کوئی ہدیہ پیش کرنا چاہتی تھیں اور وہ گھبراتی تھیں کہ نامعلوم ان کا ہدیہ حضورؐ کی شان کے شایان ہے یا نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جوابات سے راستہ کھل گیا کہ تحفہ دینے والا اور تحفہ لینے والا یہ خیال نہ کرے کہ حقیر شئے ہے جس کا لینا دینا خلافِ شان ہے۔ آپؐ کے مذکورہ بالا ارشاد میں احساس مِہْتَرِی ‘‘یعنی بڑا پن’’اور احساس کَھْتَرِی‘‘یعنی چھوٹا پن’’دونوں کا علاج ہے جو ایک ایسی لعنت ہے جس سے معاشرہ میں طبقاتی تفاوت پیدا ہو جاتا ہے۔ ایک طبقہ اونچا کہلاتا ہے اور دوسرا نیچا۔ اس تقسیم سے اجتماعی شیرازہ بکھر جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا ارشاد سے تفاوت‘‘ کو، اس فرق کو’’دور کر دینا چاہا۔ تَھَادَوْا وَ تَحَابُّوْا۔‘‘

(صحیح البخاری مترجم جلد 4 صفحہ 615 شائع کردہ نظارت اشاعت)

ایک دوسرے کو تحفے دو۔ آپس میں محبت بڑھاؤ۔ یہ ارشاد ہے۔

ہر ایک کی دعوت بھی آپؐ قبول فرمایا کرتے تھے۔

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں۔ ایک درزی نے کھانے کے لیے جو اس نے تیار کیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدعو کیا۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ مَیں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس دعوت میں گیا۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جَو کی روٹی اور شوربہ پیش کیا جس میں کدّو اور خشک گوشت کے ٹکڑے تھے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ پیالے کے اطراف سے کدّو چن چن کر تناول فرما رہے ہیں۔ پس اس دن سے مَیں بھی کدّو پسند کرنے لگا۔

(شمائل النبی تالیف امام ترمذی صفحہ 62 روایت 155 شائع کردہ نور فاؤنڈیشن)

حضرت مصلح موعودؓ اس بارے میں بیان فرماتے ہیں کہ ’’ایک صحابی کہتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک دفعہ دسترخوان پر گوشت پکا ہوا آیا جس میں کدّو پڑا ہوا تھا۔ تو آپؐ اپنے ہاتھ سے کدّو کے کتلے تلاش کر کر کے کھاتے تھے کیونکہ وہ آپؐ کو بہت مرغوب تھا‘‘ پسند تھے ’’مگر پھر وہ وقت بھی آیا جب آپ کو کھانا نصیب نہ ہوا۔ وہ شخص احمق ہے جو کہتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمدہ گوشت کیوں کھایا۔ وہ شخص احمق ہے جو کہتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمدہ شہد کے شربت کیوں پیئے۔ وہ شخص احمق ہے جو کہتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھی غذائیں کیوں کھائیں کیونکہ وہ یہ نہیں دیکھتا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاقے بھی کیے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیٹ پر پٹکے بھی باندھے‘‘ یعنی بھوک سے جب نڈھال ہوتے تھے۔ ’’ایسے دن بھی تو آپؐ پر آئے کہ ایک فقیر عورت آپ کے گھر میں مانگنے کے لئے آئی تو حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں اس دن ہمارے گھر میں اپنے کھانے کے لئے کچھ نہ تھا۔ آخر سارے گھر میں تلاش کرنے پر صرف ایک کھجور ملی اور وہ مَیں نے اس عورت کو دے دی۔ اس عورت نے وہ کھجور اپنے منہ میں رکھ کر اس کے دو ٹکڑے کیے۔ اس کے ساتھ دو بچیاں تھیں۔ اس نے آدھا ٹکڑا ایک بچی کو اور آدھا ٹکڑا دوسری بچی کو دے دیا۔ حضرت عائشہؓ اس سے بڑی متاثر ہوئیں اور انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا یا رسول اللہؐ! وہ بڑی بھوکی تھی مگر ہمارے گھر میں بھی کچھ نہ تھا

صرف ایک کھجور ملی جو مَیں نے اس کو دے دی مگر یا رسول اللہؐ! وہ کھجور بھی اس نے خود نہیں کھائی بلکہ اس کے دو ٹکڑے کر کے اس نے ایک ٹکڑا اپنی ایک بیٹی کو دے دیا اور دوسرا ٹکڑا دوسری بیٹی کو دے دیا۔ آپؐ نے فرمایا: عائشہ! اگر کسی کے گھر میں دو لڑکیاں ہوں اور وہ ان کی اچھی پرورش کرے تو خدا اس کے لئے جنت واجب کر دیتا ہے۔غرض

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ دن بھی تو آئے جب آپ کو فاقے کرنے پڑے۔ مگر کیا جب فاقہ کے دن آئے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی خدا سے یہ کہا کہ مجھے فاقے کیوں آ رہے ہیں؟''

آج کل ذرا سی کم خوراک مل جائے تو لوگ شور مچانے لگ جاتے ہیں۔

''جو شخص فاقہ میں یہ نہیں کہتا کہ مجھے کیوں فاقہ آیا ہے وہ مستحق ہے اس بات کا کہ دنیا کی ہر نعمت اس کو دی جائے کیونکہ وہ ہر حالت پر خوش ہے۔ وہ اپنے آقا سے بطور حق کے کچھ نہیں مانگتا۔ جب دینے والا کچھ دے دیتا ہے تو وہ لے لیتا ہے اور استعمال کرتا ہے اور جب نہیں دیتا تو اس کی زبان پر کوئی شکوہ نہیں آتا۔''

(خطبات محمود جلد 29 صفحہ 61 - 62)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت جب انسان بیان کرتا ہے، پڑھتا ہے یا سنتا ہے تو اس میں بیان کیے ہوئے ہر ایک واقعہ سے ہی تربیت اور حکمت اور نصیحت کے کئی پہلو نظر آ جاتے ہیں

اور یہی ہمیں اس روایت میں بھی نظر آتا ہے۔

دیباچہ تفسیر القرآن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ بیان کرتے ہیں کہ

''کھانے پینے میں آپؐ سادگی کو ہمیشہ ملحوظ رکھتے تھے۔

کھانے میں کبھی نمک زیادہ ہو جائے یا نمک نہ ہو یا کھانا خراب پکا ہو تو آپؐ کبھی اظہارِ ناراضگی نہیں

فرماتے تھے۔ جہاں تک ممکن ہوسکتا تھا آپؐ ایسا کھانا کھا کر پکانے والے کو دل شکنی سے بچانے کی کوشش کرتے تھے لیکن اگر بالکل ہی ناقابل برداشت ہوتا تو آپؐ صرف ہاتھ کھینچ لیتے تھے اور یہ ظاہر نہیں کرتے تھے کہ مجھے اس کھانے سے تکلیف پہنچتی ہے۔ جب آپؐ کھانا کھانے لگتے تو کھانے کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھتے اور فرماتے مجھے یہ تکبرانہ رویّہ پسند نہیں کہ بعض لوگ ٹیک لگا کر کھانا کھاتے ہیں'' اس بارے میں پچھلی دفعہ بھی مَیں نے بتایا تھا'' گویا وہ کھانے سے مستغنی ہیں۔ جب آپؐ کے پاس کوئی چیز آتی تو اپنے صحابہؓ میں بانٹ کر کھاتے۔ چنانچہ آپؐ کے پاس ایک دفعہ کچھ کھجوریں آئیں۔ آپؐ نے صحابہؓ کا اندازہ لگایا تو سات سات کھجوریں فی کس آتی تھیں۔'' بڑی سادہ زندگی گزر رہی ہے۔ سادہ ماحول ہے ''اس پر آپؐ نے سات سات کھجوریں صحابہؓ میں بانٹ دیں۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جَو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔

ایک دفعہ آپؐ رستہ میں سے گزر رہے تھے کہ آپؐ نے دیکھا ایک بکری بھون کر لوگوں نے رکھی ہوئی ہے اور دعوت منا رہے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر ان لوگوں نے آپؐ کو بھی دعوت دی مگر آپؐ نے انکار کر دیا۔ اس کی یہ وجہ نہیں تھی کہ آپؐ بھنا ہوا گوشت کھانا پسند نہیں کرتے تھے بلکہ آپؐ کو اس قسم کا تکلّف پسند نہیں تھا کہ پاس ہی غرباء تو بھوکے پھر رہے ہوں اور ان کی آنکھوں کے سامنے لوگ بکرے بھون بھون کر کھا رہے ہوں۔ ورنہ دوسری احادیث سے ثابت ہے کہ آپؐ بھنا ہوا گوشت بھی کھالیا کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ سے بھی روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی تین دن متواتر پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا اور یہی حالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک رہی۔''

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 376-377)

ہم میں سے بہت سے ایسے ہیں جو اگر اچھے کھانے کھاتے ہیں وہ اگر اس وقت غریبوں کا خیال بھی دل میں لے آیا کریں اور ان کے لیے صدقہ نکال دیا کریں اور ان کی مدد کے لیے کچھ رقم نکال دیا کریں تو ہم کئی غریبوں کے پیٹ بھر سکتے ہیں۔ یہاں ان ملکوں میں رہنے والے بہرحال ان ملکوں سے اور وہاں کے لوگوں سے بہتر حالات میں ہیں جو

غریب ممالک ہیں۔ پس ہمیں ان کی مدد بھی کرنی چاہیے۔

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُمّ ہانی بنت ابوطالب کے گھر تشریف لے گئے۔ اس وقت آپؐ بھوکے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس کھانا ہے جسے ہم کھائیں؟ انہوں نے عرض کی: سوکھی ہوئی روٹی کے ٹکڑوں کے علاوہ کچھ نہیں ہے اور مجھے شرم آتی ہے کہ مَیں انہیں آپؐ کے سامنے پیش کروں۔ آپؐ نے فرمایا: وہی لے آؤ۔ بے تکلّفی ہے۔ سادگی ہے۔ آپؐ نے انہیں توڑ کر پانی میں بھگویا۔ وہ نمک لے آئیں۔ آپؐ نے فرمایا: کیا کوئی سالن ہے؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہؐ! میرے پاس سرکہ کے علاوہ اَور کچھ نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا: وہی لے آؤ۔ آپؐ نے اسے کھانے پر انڈیلا اور اس میں سے کھایا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا پھر فرمایا: سرکہ کیا ہی عمدہ سالن ہے۔ اے ام ہانی! جس گھر میں سرکہ موجود ہو وہ غریب نہیں ہوتا۔

(المعجم الصغیر للطبرانی صفحہ 67-68 دارالکتب العلمیہ)

ایک دوسری روایت میں بھی آتا ہے آپؐ نے فرمایا کہ سرکہ انبیاء کا سالن ہے۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الاطعمہ باب الائتدام بالخل حدیث 3318)

حضرت ابوعبید اللہ بن علیؓ اپنی دادی حضرت سلمیٰؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسن بن علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن جعفر ان کے پاس آئے اور کہا: ہمارے لیے کوئی کھانا تیار کریں جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پسند فرماتے تھے اور اچھی طرح کھاتے تھے۔ تو انہوں نے کہا: اے میرے بیٹے! وہ اتنا سادہ کھانا ہے کہ اب ہمیں وہ کھانا پسند نہیں آئے گا۔ **انہوں نے کہا: کیوں نہیں! آپ ہمارے لیے ایسا کھانا تیار کریں۔ چنانچہ راوی کہتے ہیں کہ وہ اٹھیں، کچھ جَو لے کر پیسے پھر اسے ہنڈیا میں ڈالا، اس پر تھوڑا سا زیتون کا تیل ڈالا اور کچھ مرچیں اور گرم مصالحہ پیس کر ڈالا اور ان کے سامنے پیش** کیا اور فرمایا: یہ وہ کھانا ہے جو کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کیا جاتا تو آپؐ کو بہت پسند تھا۔

(شمائل النبی تالیف امام ترمذی صفحہ 66-67 روایت 171 شائع کردہ نور فاؤنڈیشن)

حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کسی کو گالی دیتے ہوئے نہیں دیکھا اور نہ ہی آپؐ کے لیے کوئی کپڑا تہ کیا گیا۔

(سنن ابن ماجہ کتاب اللباس باب لباس رسول اللہ ﷺ حدیث 3554)

آپؐ کے وہ اخلاق تو خیر تھے ہی۔ اصل جو بیان یہاں ہونا ہے وہ یہ ہے کہ کپڑا کوئی تہ کیا ہوا نہیں

دیکھا۔ بڑی سادہ زندگی تھی۔یعنی صرف ایک جوڑا کپڑا ہوتا تھا دوسرا نہیں ہوتا تھا جو تہ کر کے آئندہ کے لیے رکھا جا سکتا۔ اور بعض اوقات اگر کپڑوں کو دھونا ضروری ہوتا تو آپؐ اسی طرح کپڑے کو پہن کے باہر تشریف لے جاتے کہ پانی کے سوکھنے سے پہلے پانی کا نشان بھی کپڑوں پر نظر آتا تھا۔
(سیرت النبی ﷺ از شبلی نعمانی جلد اول حصہ دوم صفحہ 193 مکتبہ الحرمین)(سنن النسائی کتاب الطھارۃ بَابُ غَسْلِ الْمَنِيِّ مِنَ الثَّوْبِ حدیث 296)

یہ آپؐ کی سادگی کا وہ نمونہ ہے جسے کوئی صاحبِ حیثیت کبھی نہیں دکھا سکتا اور نہ کبھی کسی نے دکھایا ہے۔

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے۔حضرت عمرؓ نے عُطَارِدْ تَمِیمی کو ایک دھاری دار ریشمی جوڑا بازار میں بیچتے ہوئے دیکھا۔ یہ ایسا شخص تھا کہ بادشاہوں کے پاس بکثرت جاتا تھا اور ان سے انعام و اکرام پاتا تھا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! مَیں نے عُطَارِدْ کو بازار میں فروخت کے لیے ایک دھاری دار ریشمی جوڑا لیے ہوئے دیکھا ہے۔ اگر آپؐ وہ خرید لیں اور جب عرب کے وفود آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوں آپؐ اسے پہن لیں تو اس کا بڑا اچھا اثر ہو گا۔ راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ آپؐ اسے جمعہ کے دن پہنیں۔ جمعہ والے دن بھی پہن لیا کریں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اس دنیا میں ریشم وہی پہنتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ پھر بعد میں ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ریشمی دھاری دار جوڑے لائے گئے تو آپؐ نے ایک جوڑا حضرت عمرؓ کو بھی بھجوا دیا۔ ایک جوڑا حضرت اسامہ بن زیدؓ کو اور ایک جوڑا حضرت علی بن ابی طالبؓ کو بھجوایا اور فرمایا: انہیں پھاڑ کر اپنی عورتوں کے لیے اوڑھنیاں بنا لو یا ان کے کپڑے بنا لو۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اپنا جوڑا اٹھائے ہوئے آئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے مجھے یہ بھجوایا۔ ریشمی جوڑا بھجوایا اور کل عُطَارِدْ کے جوڑے کے بارے میں آپؐ نے جو فرمایا تھا۔یعنی کہ غلط چیز ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے یہ مجھے بھجوا دیا۔ یہ کیا وجہ ہے؟ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَیں نے یہ تمہیں اس لیے تو نہیں بھیجا تھا کہ تم اسے پہنو بلکہ اس لیے بھیجا تھا کہ تم اس سے کوئی فائدہ حاصل کر لو۔یعنی اپنی عورتوں وغیرہ کو پہنا دو۔ جہاں تک اسامہ کا تعلق ہے جب وہ اپنا جوڑا پہنے ہوئے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو غور

سے دیکھا تو وہ جان گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس فعل کو ناپسند فرمایا ہے۔ اس پر انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھے اس طرح کیوں دیکھ رہے ہیں کیونکہ آپؐ ہی نے مجھے یہ بھیجا تھا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَیں نے یہ تمہیں اس لیے نہیں بھیجا تھا کہ تم اسے پہنو بلکہ اس لیے بھیجا تھا کہ تم اسے اپنے گھر کی عورتوں میں تقسیم کر دو۔

(صحیح مسلم کتاب اللباس والزینۃ باب تحریم لبس الحریر حدیث 3838 مترجم جلد 11 صفحہ 149 تا 151 شائع کردہ نور فاؤنڈیشن)

گذشتہ خطبوں میں بھی ریشم پہننے کے بارے میں وضاحت کی تھی کہ یہ جاہ وحشمت کے اظہار کی نشانی ہے یا زینت کے اظہار کی نشانی ہے اور زینت صرف عورتوں کے لیے ہوتی ہے۔ مردوں کو اس قسم کی زینت نہیں کرنی چاہیے یا ایسا لباس نہیں پہننا چاہیے جس سے تکبّر پیدا ہو۔

(فتح الباری جلد 10 صفحہ 351 آرام باغ کراچی)

حضرت حفصہؓ سے روایت ہے کہ عُطَارِدْ بن حَاجِب دیباج کا ایک کپڑا لے کر آئے جو انہیں کسریٰ نے پہنایا تھا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! کیا مَیں اس کپڑا کو آپؐ کے لیے خرید نہ لوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے تو وہی شخص پہنتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

(المعجم الکبیر جلد 23 صفحہ 216 مکتبہ ابن تیمیہ)

اس قیمتی چوغہ کا ذکر کر کے اور حضرت عمرؓ کے اس چوغہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پسند کرنے کے واقعہ کا ذکر کر کے حضرت مصلح موعودؓ نے بھی بیان کیا ہے کہ

”لباس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر سادگی پسند فرماتے تھے کہ درحقیقت آج آپ کے حالات پڑھ کر مجھے تو شرم آجاتی ہے۔

گو آج کل حالات بدل گئے ہیں اور حالات کے ماتحت تبدیلیاں بھی کرنی پڑتی ہیں مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو محبت ہے اس کی وجہ سے حالات کی تبدیلی کے باوجود شرم آنے لگتی ہے۔ حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے ایک چوغہ پسند آیا جو کوئی شخص بیچنے کے لئے لایا تھا۔ مَیں اسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا اور عرض کی کہ یا رسول اللہؐ! اسے خرید لیجئے، عید وغیرہ کے موقع پر پہننے کے کام آئے گا اور اچھا لگے گا۔ حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ میری یہ بات سن کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ پر سرخی آ گئی، گویا آپؐ نے اسے بہت ناپسند فرمایا اور فرمایا یہ تو قیصر و کسریٰ

والی باتیں ہیں عمر! یہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے نہیں رکھیں...۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کپڑوں میں جس قدر سادگی اختیار کرتے تھے اس میں سے تغیّر زمانہ کے حصہ کو اگر منہا بھی کر دیا جائے ''یعنی زمانہ بدل گیا ہے۔ اس زمانے کے وہ سادہ کپڑے آج کل تو نہیں ''تب بھی وہ بہت بڑی سادگی ہے۔

یہ بھی صحیح ہے کہ اس زمانہ میں کپڑا بہت کم ہوتا تھا اور اس لئے قیمتیں زیادہ تھیں اور اب بہت سستا ہے۔ اس زمانہ میں جو کپڑا امراء پہنتے تھے وہ آج غریبوں کو بھی میسّر ہے۔ جو آج غرباء کا لباس ہے وہ اس زمانہ میں امارت کی نشانی سمجھا جاتا تھا... تو یہ فرق بیشک دونوں زمانوں میں ہے''فرق ہے بہت زیادہ۔ وقت بڑھ گیا، ترقی ہوگئی''لیکن اس فرق کو منہا کر کے بھی دیکھا جائے''اس فرق کو نکال بھی دیں''تو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بہت سادہ تھی اور حقیقت یہ ہے کہ اس کے بغیر ساری دنیا کی ترقی کا سامان ہو ہی نہیں سکتا۔''

(خطبات محمود جلد 19 صفحہ 844-845)

کیونکہ آپؐ نے ساری دنیا کی اصلاح کرنی تھی اس لیے بہر حال آپؐ نے ایک اعلیٰ ترین نمونہ قائم فرمانا تھا۔ لیکن ریشمی لباس کے علاوہ مردوں کو اچھا لباس پہننے سے بھی آپؐ نے منع نہیں فرمایا۔ چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں وہ شخص داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ذرّا برابر بھی تکبّر ہے۔ ایک آدمی نے کہا: انسان پسند کرتا ہے کہ اس کا لباس اچھا ہو۔ اس کا جوتا اچھا ہو۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے۔ خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔ بے شک لباس اچھے پہنو۔ جوتے اچھے پہنو۔ تکبّر یہ ہے کہ اپنے آپ کو بڑا سمجھ لو۔ اس کی وجہ سے حق کا انکار کرنا یہ تکبّر ہے۔ اور لوگوں کو حقیر جاننا یہ تکبّر ہے۔ (صحیح مسلم کتاب الإیمان بَابُ تَحْرِیمِ الْکِبْرِ وَبَیَانِهِ مترجم جلد 1 صفحہ 83 حدیث 123 شائع کردہ نور فاؤنڈیشن) اچھا لباس بھی اگر پہننا ہے تو بے شک پہنو لیکن لوگوں کو حقیر نہ جانو، تکبّر نہ کرو اور حق کا انکار نہ کرو۔

ابو بُرْدَہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہؓ ہمارے پاس ایک چادر اور ایک موٹا تہ بند نکال کر لائیں اور کہنے لگیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی آپؐ نے یہی دو چادریں

پہنی ہوئی تھیں۔

(صحیح البخاری کتاب اللباس باب الْاَكْسِيَةِ وَالْخَمَائِصِ حدیث 5818 مترجم جلد 14 صفحہ 242 شائع کردہ نظارت اشاعت)

اس کی مزید وضاحت ایک اَور حدیث میں اس طرح بھی ہے۔ یہ بھی بخاری کی حدیث ہے کہ ابو بُرْدَہ نے بتایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک پیوند شدہ چادر ہمارے پاس باہر نکال کر لائیں اور کہا: اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تھی۔

(صحیح البخاری کتاب اللباس باب ما ذکر من درع النبی ﷺ... حدیث 3108 جلد 5 صفحہ 455 شائع کردہ نظارت اشاعت)

جو چادر تھی اس میں بھی پیوند لگے ہوئے تھے۔

حضرت سَمُرہ بن جُنْدُبؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سفید کپڑے پہنو کیونکہ یہ زیادہ پاکیزہ اور زیادہ عمدہ ہیں اور اس میں اپنے مردہ کو کفن دو۔

(سنن الترمذی أَبْوَابُ الْاَدَبِ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ بَابُ مَا جَاءَ فِي لُبْسِ الْبَيَاضِ حدیث 2810)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

اگر تم آخرت میں مجھ سے ملنا چاہتی ہو تو چاہیے کہ دنیا تمہارے لیے کسی سوار کے زادِ راہ کی طرح ہی ہو۔ اور مالداروں کی ہم نشینی سے بچو۔ اور کسی کپڑے کو اس وقت تک پہننا نہ چھوڑنا جب تک کہ اس کو پیوند نہ لگالو۔

(سنن الترمذی ابواب اللباس باب ما جاء فی ترقیع الثوب حدیث 1780)

سادگی کی عادت اپنے گھر والوں کو بھی ڈالی۔ یہ نصیحت اور نمونہ آپؐ نے غریبوں کے لیے بھی دے دیا اور گھر والوں کو اس کی مثال بنانے کی کوشش کی تا کہ کسی احساسِ کمتری میں کوئی غریب مبتلا نہ ہو اور مالداروں کو بھی نصیحت فرمادی کہ دکھاوے کے لیے لباس پہننا اور اس کا اظہار تمہیں آخرت کی یاد سے دُور لے جانے والی چیز ہے۔ اس لیے اچھا لباس بھی پہنو تو آخرت ہمیشہ یاد رہنی چاہیے اور پھر غریبوں کا خیال بھی دل میں ہمیشہ رہنا چاہیے۔ لباس میں تکبّر کی نفی کے بارے میں آتا ہے۔ سادہ لباس کی تلقین آپؐ نے اس لیے کی کہ تکبّر نہ آئے اور جس پہ انسان اپنے آپ کو بہت کچھ سمجھنے لگے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ قیامت کے دن اس شخص کی طرف نہیں دیکھے گا جس نے تکبّر سے اپنے تہ بند کو گھسیٹا۔

(صحیح البخاری کتاب اللباس باب مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ مِنَ الْخُيَلَاءِ حدیث 5788 مترجم جلد 14 صفحہ 212 شائع کردہ نظارت اشاعت)

لمبا تہ بند پہننا بھی حرج کوئی نہیں۔حضرت عمرؓ کو، حضرت ابو بکرؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا تمہارا نہیں ہے کیونکہ تم تکبّر نہیں کرتے۔لیکن جو لوگ تکبّر سے لمبا کپڑا پہنتے ہیں پھر گھسیٹتے ہیں ان کے لیے ہے۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ باب قول النبی ﷺ ،لوکنت متخذا خلیلاً،حدیث3665مترجم جلد7 صفحہ156-157،نظارت اشاعت)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبکہ ایک شخص اپنی دو چادروں میں تکبّر سے چل رہا تھا اور اپنے جی میں خوش ہو رہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا۔ پس وہ زمین میں قیامت کے دن تک دھنستا چلا جائے گا۔

(صحیح مسلم کتاب اللباس و الزینۃ باب تحریم التبختر... حدیث3881 مترجم جلد11 صفحہ 179-180شائع کردہ نور فاؤنڈیشن)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو انسان شہرت کا لباس دنیا میں پہنتا ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو ذلّت کا لباس پہنائے گا۔ پھر اس میں آگ بھڑکا دے گا۔

(سنن ابن ماجہ کتاب اللباس باب من لبس شھرۃ من الثیاب حدیث 3607)

حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے شہرت کا لباس پہنا یعنی جو لوگوں میں شہرت، نمائش یا دکھاوے کے لیے پہنا جائے اللہ تعالیٰ اس سے اعراض کرے گا یہاں تک کہ وہ اس کو اتار دے جب بھی وہ اتارے۔

(سنن ابن ماجہ کتاب اللباس باب من لبس شھرۃ من الثیاب حدیث 3608)

حضرت مِقْدَام بن مَعْدِیکَرِبؓ نے بیان کیا۔ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: کسی شخص نے پیٹ سے زیادہ خراب برتن نہیں بھرا۔ ابن آدم کے لیے چند لقمے کافی ہیں۔ یعنی کہ پیٹ جو ہے وہ بھی ایک برتن ہے۔ اس کو بھرتے جاؤ تو اس میں خرابی ہی پیدا ہوتی جائے گی۔ آپؐ نے فرمایا کہ ابنِ آدم کے لیے چند لقمے کافی ہیں کہ وہ اس کی کمر کو سیدھا رکھیں۔ کھانا اتنا کھاؤ جو تمہاری صحت برقرار رکھے اور پھر اگر لازمی ہو تو ایک تہائی اس کے کھانے کے لیے ہے۔ پیٹ بھر کے کھانا ملتا ہے تو پھر ایک تہائی جو تمہارا پیٹ ہے اس کو بھر کے کھاؤ۔ ایک تہائی معدے کو پینے کے لیے رکھو اور ایک تہائی سانس لینے کے لیے رکھو۔

(سنن الترمذی ابواب الزھد باب ما جاء فی کراھیۃ کثرۃ الاکل حدیث 2380)

خوراک میں جہاں سادگی کی نصیحت آپؐ نے فرمائی ہے وہاں کھانے کے آداب بھی بتا دیے ہیں کہ بھوک چھوڑ کر کھاؤ۔ اتنا نہ کھاؤ کہ سانس لینا بھی دشوار ہو جائے۔ معدے کی تکلیف والوں کو آج ڈاکٹر مشورہ دیتے ہیں اور یہی وہ مشورہ ہوتا ہے جو آج سے چودہ سو سال پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک پیالہ پیش کیا گیا جس میں دودھ اور شہد تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو مشروب ایک ہی شربت میں اور ایک پیالے میں دو سالن ہیں۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ مَیں یہ نہیں کہتا کہ یہ حرام ہے لیکن مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجھ سے دنیا کی زائد چیزوں کے بارے میں سوال کرے۔ یعنی آپؐ کو اتنا برداشت بھی نہیں تھا کہ دودھ میں شہد گھول کر پیا جائے یا دو سالن کھائے جائیں۔ مَیں اللہ کے لیے عاجزی اختیار کرتا ہوں۔ پس جو شخص اللہ کے لیے عاجزی اختیار کرتا ہے اللہ اسے بلند مرتبہ عطا فرماتا ہے۔ اور جو شخص تکبّر کرتا ہے اللہ اسے ذلیل و خوار کر دیتا ہے۔ اور جو میانہ روی اختیار کرتا ہے اللہ اسے غنی کر دیتا ہے۔ اور جو موت کو کثرت سے یاد کرتا ہے اللہ اس سے محبت کرتا ہے۔

(المعجم الاوسط باب العین من اسمہ عیسیٰ روایت 4894 جلد 3 صفحہ 382 دارالفکر)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

’’سادہ زندگی کی وجہ سے لوگ اس بات کے عادی ہوں گے کہ تکالیف کو برداشت کرسکیں اور اس وجہ سے باوجود تکلیف دہ ایام کے ان کو تکلیف کا کوئی احساس نہ ہوگا۔ جیسے آج کل ہم دیکھ رہے ہیں کہ یورپ کے لوگوں کے نزدیک جو مشکلات ہیں وہ ہمارے لئے روزمرہ زندگی کا مشغلہ ہیں۔‘‘

یہ اس زمانے میں جب آپؓ بات کر رہے ہیں اور آج بھی یہی ہم دیکھتے ہیں ’’اور جن کو وہ آفتیں اور مصیبتیں خیال کرتے ہیں وہ ہمارے نزدیک راحت اور آرام ہیں۔ اس لئے ان تکلیفوں کا ہمیں پتہ تک

نہیں لگتا۔'' تیسری دنیا کے ملکوں میں چلے جائیں، غریب ملکوں میں چلے جائیں تو ان کو پتہ ہی نہیں ہوتا بعض باتوں کا اور ہم یہ ذرا سی چیز نہ ہو تو شور مچانے لگ جاتے ہیں۔'' آخر لوگ آج کل کیا کہہ رہے ہیں یہی کہہ رہے ہیں کہ بڑی مصیبت آ گئی۔ پہننے کے لئے اچھے کپڑے نہیں ملتے۔ مگر ایک مومن کے لئے یہ چیز ذرا بھی پریشانی کا باعث نہیں ہوسکتی۔'' حضرت مصلح موعودؓ کہتے ہیں'' تھوڑے ہی دن ہوئے بعض نے مجھ سے کہا کہ اب کپڑوں کا ملنا بھی مشکل ہو رہا ہے۔ میں نے کہا پھر کیا ہوا؟ مومن کی تو یہ حالت ہوتی ہے کہ اگر کپڑا مل جائے تو وہ پہن لیتا ہے نہ ملے تو نہ سہی۔ پرانے کپڑوں سے پیوند لگا کر ہی گزارہ کر لیتا ہے۔ پھر مَیں نے کہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ کے کپڑوں کو پیوند لگے ہوا کرتے تھے کیا ہم ان سے بڑے ہیں کہ اپنے کپڑوں کو پیوند نہ لگا سکیں بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسے لوگ بھی تھے جن کے پاس کپڑے بہت کم ہوا کرتے تھے قمیص ہوتی تھی تو پاجامہ نہیں ہوتا تھا۔ پاجامہ ہوتا تھا تو قمیص نہیں ہوتی تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک لڑکا تھا'' ایک واقعہ بیان کیا آپؓ نے کہ ''جس نے قرآن کریم کا بہت سا حصہ حفظ کیا ہوا تھا۔ ایک دفعہ بعض لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! فلاں جگہ لوگوں کو نماز پڑھانے کے لئے امام کی ضرورت ہے۔ آپؐ نے اس لڑکے کو ہی امام مقرر کر دیا۔'' اب جو مثال دی ہے آپؓ نے پاجامہ نہیں ہوتا تھا۔ آج کل کی دنیا کے جو معاشی حالات ہیں اور آج کل بھی یہی شور اٹھ رہا ہے مَیں نے جیسا کہ پہلے کہا کہ یہ نہیں ملتا، وہ نہیں ملتا۔ اور اگر عالمی جنگ شروع ہوگئی تو پھر پتہ نہیں اور بھی مزید کیا حالات خراب ہوں گے۔ بہرحال یہ ہمیں ہمیشہ سامنے رکھنا چاہیے۔ اب میں لڑکے کی مثال دے رہا تھا تو آپؐ نے اس لڑکے کو بھیج دیا کہ جا کے نمازیں پڑھاؤ۔ اسی کو امام مقرر کر دیا۔'' رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اگلی صفوں میں مرد ہوا کرتے تھے اور پچھلی صفوں میں عورتیں ہوا کرتی تھیں۔ ایک دفعہ اس نے جماعت کرتے ہوئے'' نماز پڑھاتے ہوئے'' سجدہ سے سر اٹھاتے وقت اللہ اکبر کہا تو ایک عورت نے اپنا سر پہلے اٹھا لیا۔ اس لڑکے کا کُرتا چھوٹا تھا اور پاجامہ کوئی تھا نہیں۔ اس عورت کی اتفاقاً نظر جا پڑی اور اس نے دیکھا کہ وہ ننگا ہو رہا ہے۔ شروع شروع کا زمانہ تھا۔ اس نے شور مچانا شروع کر دیا کہ ارے لوگو اپنے امام کا ستر تو ڈھانکو۔ آخر لوگوں نے چندہ کر کے اسے تہبند بنوا کر دیا'' کپڑا نیچے

باندھنے کے لیے دے دیا۔ آپؓ فرماتے ہیں: ''اب کیا تم سمجھتے ہو کہ اس لڑکے کی عزت تہبند نہ ہونے کی وجہ سے کم تھی۔ آج جو دنیا میں بڑے بڑے مالدار اور معزز لوگ دکھائی دیتے ہیں ان سے یقیناً اس لڑکے کی عزت زیادہ تھی بلکہ خدا کے نزدیک وہ ہر ایسے مالدار سے جو تقویٰ میں اس سے کم درجہ پر تھا زیادہ معزز تھا۔ ہم کسی بڑے سے بڑے مالدار کو بھی آج رضی اللہ عنہ نہیں کہتے بلکہ اگر کوئی ہمیں رضی اللہ عنہ کہنے پر مجبور بھی کرے تو ہم نہیں کہیں گے مگر اس لڑکے کے نام پر ہم سب رضی اللہ عنہ کہنے پر مجبور ہیں۔ اگر آج کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کو بھی کوئی شخص گالی دے تو ایک مومن کا دل نہیں دُکھتا لیکن اگر اس لڑکے کو کوئی شخص گالی دے تو ایک مومن کا دل زخمی ہو جاتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ لڑکا ہمارے محبوب آقا کا صحابی تھا۔ اس لئے ہمارے نزدیک دنیا کے کسی بادشاہ کی بھی وہ عزت نہیں جو اس لڑکے کی ہے۔ پس'' آپؓ فرماتے ہیں کہ ''میں نے ان دوستوں کو جواب دیا کہ

تم کپڑے نہ ملنے کا افسوس نہ کرو۔ صرف خدا تعالیٰ سے یہ دعا کرتے رہو کہ ہمارے ملک میں غلّہ کم نہ ہو۔ اگر غلّہ لوگوں کو میسّر آتا رہے تو اسلام جو زندگی پیش کرتا ہے اس کے لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم پر کوئی آفت نہیں آئی۔

روٹی ایسی چیز ہے جو انسان کی زندگی کے قیام کے لئے ضروری ہے۔ اس میں کمی نہ آئے تو کوئی تکلیف انسان کو نہیں ہوسکتی۔ باقی جس قدر چیزیں ہیں وہ سب زوائد ہیں۔ ملیں یا نہ ملیں کوئی بات نہیں۔ آج کل ولایت میں ایک کالی روٹی کہلاتی ہے'' اس زمانے کی بات ہے جب آپ نے یہ کہا۔ جنگ عظیم دوم کا زمانہ تھا'' جس میں کچھ غلّہ اور کچھ دوسری چیزیں ملی ہوئی ہوتی ہیں اور وہ بڑا شور مچاتے ہیں کہ ہمیں کھانے کے لیے کالی روٹی ملتی ہے۔'' اس وقت بریڈ جو بنتی تھی کالی ہوتی تھی۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ ''حالانکہ ہمارے ہاں لوگ باجرے کی خالص روٹی کھاتے ہیں اور انہیں ذرا بھی احساس نہیں ہوتا کہ وہ کسی تکلیف میں مبتلا ہیں۔ ان کے ہاں آٹے میں اگر ذرا سی بھی ملاوٹ ہو جائے'' یعنی ولایت میں رہنے والے لوگوں کی، یورپ میں رہنے والے لوگوں کی، ترقی یافتہ ممالک میں رہنے والے لوگوں کی روٹی میں ملاوٹ ہو جائے ''تو وہ شور مچا دیتے ہیں کہ ہم پر آفت آ گئی، ہم مر گئے، ہمیں کالی روٹی کھانے کے لئے مل رہی ہے۔'' تو یہ جنگ عظیم کے زمانے کی آپؓ نے بات کی ہے۔

بہر حال آپؓ فرماتے ہیں: ''لیکن ہمارے ملک میں کروڑوں کروڑ لوگ ایسے ہیں جو باجرہ اور جوار کھاتے ہیں بلکہ بعض علاقوں میں مَڈّھْل ''ایک اناج جس کے دانے باریک ہوتے ہیں اس'' کی روٹی کھائی جاتی ہے۔'' حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا: ''میں نے خود مَڈّھْل کی روٹی استعمال کی ہے۔ بڑی سخت ہوتی ہے۔ اس کا دانہ اتفاقاً پیدا ہو جاتا ہے اور قحط کے زمانہ میں لوگ اسے استعمال کیا کرتے ہیں مگر ہمارے ہاں باجرہ یا جوار یا مَڈّھْل کھا کر لوگ شور نہیں مچاتے کہ ان کے لئے کس قدر مصیبت کا سامان پیدا ہو گیا لیکن یورپ کے لوگوں کی یہ حالت ہے کہ وہ آج بھی ہم سے بہتر کھانے کھاتے ہیں مگر شور یہ مچا رہے ہیں کہ سخت مصیبت آ گئی۔ یہ تکلیف ان کو اسی وجہ سے ہے کہ انہوں نے اسلام کی تعلیم پر عمل نہیں کیا۔ اگر وہ عمل کرتے تو وہ اپنی روٹی کو زیادہ سے زیادہ سادہ بناتے۔ اپنے لباس کو زیادہ سے زیادہ سادہ بناتے اور انہیں کسی قسم کی تکلیف محسوس نہ ہوتی بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ لڑائی بھی نہ ہوتی کیونکہ لڑائی اسی لئے ہو رہی ہے کہ بعض قومیں دوسروں کا مال چھیننا چاہتی ہیں۔''

(خطبات محمود جلد 24 صفحہ 172تا174)

آج کل بھی یہی حالات ہیں۔

لڑائیاں اس لیے ہو رہی ہیں کہ دوسروں کا مال چھینا جائے۔ دوسروں کی زمینوں پہ قبضہ کیا جائے اور جیسا کہ میں پہلے کئی دفعہ کہہ چکا ہوں بڑھتی ہوئی جنگ کے حالات پیدا ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اور اگر جنگ مزید وسیع ہوتی ہے تو یورپ بھی اور تمام دنیا بھی خوراک کے لحاظ سے مشکل دَور میں سے گزرے گی۔

حضرت مصلح موعودؓ نے اس وقت کے ہندوستان کا ذکر کیا ہے۔ آپؓ نے مثال دی ہے۔ لیکن

افریقہ اور بعض کم ترقی یافتہ ممالک میں بھی یہ حال ہے کہ سادہ غذا پہ لوگوں کا گزارہ ہے اور ان کو سادہ غذا بھی مل جائے تو بڑے خوش ہوتے ہیں۔ وہ لوگ تو جنگ کے یہ حالات برداشت کر لیں گے لیکن یورپ اور یہ ترقی یافتہ ممالک برداشت نہیں کر سکیں گے اور یہ حالات ان کو بہت زیادہ پریشان کر دیں گے۔

پس

ہمیں بھی اپنی حالتوں کا جائزہ لیتے رہنا چاہیے اور قناعت پیدا کرنی چاہیے۔ سادہ زندگی گزارنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ اور اسوہ کو سامنے رکھنا چاہیے۔ آپؐ کی نصائح کو سامنے رکھنا چاہیے۔ اچھا کھانا میسّر آئے ضرور کھائیں۔ اچھی چیزیں میسّر آئیں ضرور پہنیں لیکن اس کے اوپر انحصار کرنا اور شور مچا دینا کہ مر گئے، یہ غلط چیز ہے۔

یا بہرحال

یہ دعا بھی ہمیں کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ دنیا کو ان آفات سے بچائے۔ اور اپنی اناؤں کی وجہ سے یہ تباہی کے گڑھے میں بھی گرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ ان سے بچیں کیونکہ اگر یہی حالات رہے تو جنگِ عظیم تو یقینی ہے اور پھر ان کی تباہی بھی یقینی ہے۔ دوسروں کے مال اور زمین پر قبضہ کرنے کی بجائے ان لوگوں کو چاہیے کہ اپنے عوام کی خدمت کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی نیکیوں پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆☆☆☆

(روزنامہ الفضل انٹرنیشنل ۲۰؍نومبر ۲۰۲۶ء، صفحہ ۲تا۸)